حُدُودُ اللہ کی حِکمت، سامراجی دَور میں ان کا خاتمہ اور اب ان کی ضرورت

(۲)

(جناب حبیب ریحان صاحب ندوی، لکچرار اسلامک انسٹی ٹیوٹ - البیضاء، لیبیا)

اصلاح انسانی کا اسلامی طریقہ اسلامی نظام اخلاق اور قانون حیات سب سے پہلے انسان اور سوسائٹی کی اصلاح ان خطوط پر کرتا ہے کہ اس کے قلب و نظر میں مادہ کے شیطان کے بجائے روح کے خالق خدائے وحدہ لا شریک لہ کا تصور بٹھاتا ہے، اور اس تصور کے لیے وہ شرک کی آمیزش کو پسند نہیں کرتا کہ تصورِ خالق کے بجائے تصور مخلوق کی تعلیم سے ابتدا کرے۔ رسولِ پاک نے براہِ راست خدا کا تصور پیدا کیا تھا حتیٰ کہ تصور رسول تک تربیتی طریقے کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا تھا، کیونکہ ربانی طریقہ تربیت یہی تھا، اور رسولؐ خدا کو حکم بھی اسی کا ملا تھا۔ "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ" (بقرہ - ۱۸۶) کا مطلب بھی یہی ہے[۱]، "مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ" (البینہ - ۵) کا مفہوم بھی یہی ہے[۲]، "وَلَا نَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا

---

[۱] پوری آیت اور ترجمہ یہ ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ
قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا
دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ
وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ

اور اگر تم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو میں نزدیک ہی ہوں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ پکارے، پس انہیں چاہیے کہ میرا ہی حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ راہ ہدایت پائیں۔

[۲] پوری آیت اور ترجمہ یہ ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ

اور اُن کو صرف یہی حکم ملا تھا کہ عبادت کریں اللہ کی (باقی اگلے صفحہ پر

يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ" (یونس ۱۰۵-۱۰۷) کا تقاضا بھی یہی ہے[3]۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ اس آخری آیت کا خطاب افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ حالانکہ یہ ظاہر بات ہے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نہ شرک کر سکتے تھے اور نہ ظلم، اس لیے اس آیت میں بہت بلیغ طریقے پر امت کو شرک کی ہر آمیزش سے باز رہنے کا صریح حکم دیا گیا ہے، اور یہ حقیقت بھی واضح طور پر بتائی گئی ہے کہ اگر عفو کا حق، خیر پہنچانے اور شر دور کرنے کا حق کسی بھی بشر کو مل سکتا تھا تو وہ افضل البشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے تھے۔ جب آپ کو بھی یہ حق عطا نہیں کیا گیا بلکہ یہ صرف خدا کی قدرت میں ہے، تو پھر کسی بھی دوسرے شخص کے لیے اس کا دعویٰ کرنا یا عقیدہ رکھنا سخت نادانی اور محرومی کی بات ہے۔ اس لیے اے مسلمانو! صرف اللہ سے مانگو، اور اسی سے توبہ کرو اور اسی کا کامل تصور اپنے دل میں بٹھاؤ، اور اس کی بتائی ہوئی مستقیم راہ پر چلو اور انسانیت کو توحید کی دعوت دو، اور شریعت الٰہیہ کو اخلاص کے ساتھ قائم کرو، اور کچھ کوتاہی اگر رہ جائے تو معافی کے لیے اس کے رحیم و شفیق دربار کے سوا کسی دربار، مسند اور آستانے پر نہ جاؤ۔

کتب حدیث میں ایک دعا وارد ہے جسے حضور رسالتمآبؐ ہر نماز میں تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے پڑھا کرتے تھے، اس میں خدائے پاک کی قدرت و عظمت کا بیان ہے اور نفع یا نقصان پہنچانے کے سلسلے میں کسی بھی

بقیہ صفحہ سابقہ "مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ" خالص کر کے اس کے لیے بندگی کو حنیف بن کر صرف خدا کی راہ مستقیم پر چل کر، اور قائم کریں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہی مضبوط اور سیدھا دین ہے۔

سلہ (۳) آیت کا ترجمہ یہ ہے:

"اور اللہ کے سوا کسی ایسے کو نہ پکارو جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، اور (بفرض محال) تم ایسا کرو تو اس وقت تم ظالم ہو گے، اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس کو دور کرنے والا اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں، اور اگر وہ تمہارے لیے بھلائی چاہے تو اس کے فضل کو روکنے والا بھی کوئی نہیں"۔

بشر یا غیر اللہ کی نفی اس طرح کی گئی ہے:

"لا الٰه الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد"

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں ہے، صرف اسی کی بادشاہت اور ملکیت ہے، اور صرف اسی کے لیے حمد و ستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ جس چیز کو آپ عطا کرنا چاہیں اسے روکنے والا کوئی بھی نہیں ہے، اور جسے آپ روکنا چاہیں اسے دینے والا کوئی نہیں ہے، اور کسی غنی کو اس کی غنا آپ کے مقابلہ میں فائدہ نہیں پہنچا سکتی (یعنی صالح اعمال کام آئیں گے یا پھر تیری رضا و رحمت)۔

نیز حدیث جبریل علیہ السلام میں صاف الفاظ مقام احسان سے متعلق یہ وارد ہوئے ہیں " ان تعبد ربك كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك - مقام احسان کی ابتدا یہ بتائی کہ اس بات پر یقین ہو کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے اور انتہا یہ بتائی کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ خدا کی رویت اس دنیا میں ان آنکھوں سے اہل سنت کے نزدیک ممکن نہیں۔ اس لیے دیکھنے کے مجازی معنی تصور کرنے ہی کے لیے جائیں گے۔ احسان کی ابتدا، وسط اور انتہا، کسی بھی اسٹیج پر یہ نہیں بتایا گیا کہ افضل الملائکہ جبریل امین یا افضل البشر، خاتم الرسل والانبیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور اپنے دماغ اور دل میں بٹھاؤ، پھر پتہ نہیں کیسے اور کیوں مخلوق کا تصور مقام احسان کے سالکین کے لیے جائز قرار دیا گیا ہے؟ اور یہ حجت کہ بے شمار تصوروں سے سالک کو ہٹا کر پہلے ایک شیخ کا تصور بٹھا دیا جائے پھر اس کو ہٹا کر خدا کا تصور بٹھانا آسان ہوگا، یہ حجت اگر شرعاً مستحسن ہوتی تو انبیائے کرام کے سلسلۂ ذہب میں سے کسی بھی نبی یا رسول کی تعلیمات میں یہ دعوت ضرور ہوتی کہ اصنام و افکار سے تصورر کو ہٹا کر کسی فرشتہ یا نبی کا تصور بٹھاؤ کیونکہ پھر اس کو ہٹا کر خدا کا تصور بٹھانا آسان ہوگا۔ اس کے برعکس تعلیمات انبیاء میں ود و سواع یغوث و یعوق و نسر جیسے صالحین کے تصور کو بٹھانے سے جو نقصانات ہوئے ان کی طرف اشارہ ہے، اور قرآنی و نبوی تعلیمات میں کثرت کے ساتھ براہ راست خدا کی عبادت، تصور اور ایمان کی دعوت

دی گئی ہے۔ اور عقلی طور پر بھی یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان اور مخلوق کا ناقص تصور جب پختہ ہو جائے تو اس کو ہٹا کر خالق کا لامحدود اور کامل تصور بٹھا دیا جائے کیونکہ دونوں تصوروں میں کوئی مناسبت ہی نہیں یہ انسان کا تصور ہے جو مخلوق، محدود، غیب سے ناواقف، نیند، ضعف، مرض اور موت سے متاثر ہونے والا ہے۔ وہ خدا کا تصور ہے جو خالق، لامحدود، عالم الغیب ہے، نیند ضعف مرض اور موت سے متاثر ہونا تو درکنار ان کو پیدا کرنے والا ہے، اور مختصر عبارت میں یہ کہ "لیس کمثلہ شئی"۔ تاریخی و عقلی حیثیت سے یہ بات قابل دید و لائق عبرت و بصیرت ہے کہ مسیحی قوموں نے جب ایک بار انسانی تصور پر عقیدہ و اصلاح نفس کی بنیاد رکھ دی تو اب کامل تصور تک پہنچنے کی راہ میں سینکڑوں برس سے عقلی، علمی اور عقائدی ان گنت مشکلات کا سامنا پورے تصور الوہیت اور دین کو کرنا پڑ رہا ہے، اور مخلوق و عبد سے مجرد ہو کر خالق و معبود کا تصور ان کے ذہنوں میں بیٹھ ہی نہیں پا رہا ہے، اور تاویلات کے چکر اور اسرار کے کبھی نہ حل ہونے والے پھندوں میں وہ گرفتار ہو کر خدا اور دین دونوں ہی کو عملاً خیرباد کہہ چکے ہیں۔

اسلام خدا کے اس تصور کے ذریعے دنیاوی زندگی کا مقصد متعین کرتا ہے اور جانوروں کی طرح کھانا پینا اور مرجانا نہیں بتاتا۔ وہ تصور حیات میں پیٹ اور روٹی کا مقام وہی متعین کرتا ہے جو اس کا اصل مقام ہے یعنی قلب و نظر اور عقل و دماغ کے بعد وہ خدا کی رضامندی حاصل کرنا زندگی کی اصل سعادت بتاتا ہے۔ اپنی جان اور مال سب کا مالک وہ خدائے ذوالجلال کو ثابت کرتا ہے۔ پھر مسلمان رسولؐ کی بتائی ہوئی مکمل خدائی تعلیمات پر ایمان و یقین کے ساتھ عمل شروع کر دیتا ہے، اور زندگی کی شاہراہ میں وہ اس طرح پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے کہ کہیں خارزارِ راہ سے دامن نہ الجھ جائے۔

اسلامی قانونِ شریعت ہر انسان کے لیے اس کے فطری تقاضوں کو دبانے کے بجائے ان کو جائز طریقوں پر پورا کرنے کے وسیلے بہم پہنچاتا ہے، بلکہ اکثر جگہ ان کو پورا کرنے پر ابھارتا ہے اور غیر فطری زندگی مثلاً رہبانیت اور جوگیت کو غیر اسلامی زندگی ثابت کرتا ہے۔ اسلام ایک مقتول شخص کے ولی کو قصاص عادل کا حق عطا کرتا ہے، ایک نوجوان شخص کو حلال طریقے پر شادی کی رغبت دلاتا ہے، ایک غریب شخص کو محنت اور عمل پر ابھارتا ہے، حکومت پر یہ واجب کرتا ہے کہ وہ ہر غریب، فقیر، مریض، مقروض اور پریشان حال کی دیکھ بھال کرے، اجتماعی تعاون، ہمدردی اور مدد کی اپیل کرتا ہے، اور پوری زندگی کو حسن و جمال سے مربوط بناتا ہے، انسانوں کو آزادی عطا کرتا ہے، اور شورائی و جمہوریت کے تقاضوں سے آشنا بناتا ہے۔

شریعت کی بخشی ہوئی تمام آسانیوں سے اسلامی حکومت کا ہر باشندہ فائدہ اٹھا سکتا ہے

توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

لیکن اس کے باوجود اگر کسی شخص سے گناہ سرزد ہوتا ہے اور وہ حدود الٰہیہ کو توڑتا ہے اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ اپنے ہر گناہ سے توبہ کرنے کے بعد پاک صاف بن سکتا ہے۔ اس کی توبہ کے لیے کسی تیسرے واسطے، شیخ، بزرگ، پیر یا پادری کی مطلق ضرورت نہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۶ جو اوپر لکھی گئی تھی صاف حکم دیتی ہے کہ صرف خدا سے دعا اور توبہ کرو، اور حسب ذیل آیت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ گناہ کو بخشنے کا حق صرف خدا کو ہے، اور یہ کہ کسی بڑے سے بڑے فحش گناہ یا اپنے نفس پر ظلم کے بعد بھی اگر اخلاص اور دکھے ہوئے دل کے ساتھ انسان خدا کو یاد کرے اور توبہ کی شرطوں کے ساتھ توبہ کرے جس میں گناہ پر اصرار نہ ہو اور اس پہ ندامت ہو تو خدا اس کو اپنی رحمت و مغفرت سے معاف کر دیتا ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ
ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ
فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ
الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ
مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ أُولَٰئِكَ
جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَ
جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ

(آل عمران ۱۳۵-۳۶)

(جنت جن لوگوں کے لیے بنائی گئی ہے ان میں سے چند کا تذکرہ کرنے کے بعد) اور وہ لوگ (بھی) جو جب کوئی کھلا گناہ کریں یا اپنے حق میں ظلم کریں تو اللہ کو یاد کریں (یعنی غافل اور بدمست نہ ہو جائیں) اور اپنے گناہوں کی بخشش چاہیں۔ اور کون ہے جو گناہوں کو بخشے سوائے اللہ کے؟ اور وہ اپنی بدعملی پر اصرار نہ کریں جانتے ہوئے، ان کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے اور وہ جنتیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ رہیں گے اس میں، اور عمل کرنے والوں کا اجر (بدلہ) بہت خوب ہے۔

پھر دوسری آیت میں خدائے پاک نے فحش و ظلم کے اس حکم کی عام تشریح اس طرح کی ہے کہ شرک کے سوا ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ گذشتہ آیت میں ظلم سے مراد شرک سے کم درجے کے گناہ ہیں۔ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ
(نساء - ۱۱۶)

اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم کو جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

خدا نے توبہ کا حکم دیا ہے اور گناہ کے بعد توبہ سے مایوسی اور خدا کی رحمت سے قنوط (یاس) کی ممانعت کی گئی ہے۔ بلکہ تمام گناہگاروں، خطاکاروں اور نفس بشری کی غلطیوں سے آلودہ ہو جانے والے انسانوں کے لیے مژدۂ بشارت ان کے رب کی طرف سے اس طرح موجود ہے کہ رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہو اور توبہ کرو۔ اور توبہ یہی ہے کہ اطاعت کرو اور سب سے اچھی اور کامل شریعت کی پیروی کرو کہ اس آسمانی ہدایت کی پیروی نہ کرنے والے دنیا و آخرت کی حسرتوں سے دوچار ہوں گے۔ چند آیتیں ملاحظہ ہوں۔ گنہگاروں کو کیسا اصلاح و اتباع کا درس دیا گیا ہے، اور یہ درس تمام امت پر واجب ہے۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ، وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَہٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَۃً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔
(زمر - ۵۳ - ۵۵)

کہہ دو، اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر (گناہ کے ذریعے) زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بیشک اللہ سارے گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے، اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی حکم برداری کرو، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے اور تمہاری مدد کسی طرف سے نہ کی جائے، اور اتباع (پیروی) کرو اس اچھی بات (اسلام، قرآن اور شریعت) کی جو تمہاری طرف اتاری گئی تمہارے رب کی طرف سے، اس سے پہلے کہ اچانک تم پر عذاب آ جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

اس آیت کے ابتدائی حصے میں گنہگاروں کے لیے مغفرت کی بشارت ہے، اور وسط میں اتباع کتاب

الٰہی و شریعت اسلامیہ اور رجوع الی اللہ کی دعوت ہے، اور آیت کے آخری فقرے میں اسلام کی مکمل تابعداری اور شریعت مُنزّلہ پر عمل نہ کرنے کی صورت میں اچانک عذاب کی وعید بھی موجود ہے۔ جس طرح افراد کے گناہ دربارِ الٰہی میں توبہ کے ذریعے معاف ہو سکتے ہیں اسی طرح قوموں، امتوں اور مسلم سوسائٹیوں کے گناہ بھی معاف ہو سکتے ہیں۔ صرف شرط یہ ہے کہ گناہ کا پہلے تو اعتراف ہو جائے اور پھر اس پر اصرار نہ ہو۔ گناہ یہ ہے کہ ہمارے ملکوں میں شریعت اسلامیہ کے بجائے انسانی قوانین اور وضعی شریعتیں نافذ ہیں۔ ان کو باقی رکھنے پر اصرار توبہ کے منافی ہے۔ اور اخلاص کے ساتھ شریعت اسلامیہ کا قانون اور خدا کی بتائی ہوئی راہ اگر اپنالی جائے پھر رحمت و مغفرت کے دروازے کھل سکتے ہیں اور سکون و سعادت کے بادل آسمان سے ایسی بارش کر سکتے ہیں کہ کشت زارِ ہستی امید و آرمان کے پودوں سے لہلہا سکتی ہے۔ کُشت و خون کا بازار سرد پڑ سکتا ہے، چوری ڈاکہ اور تمام اخلاقی جرائم کم سے کمتر ہو سکتے ہیں۔

اسلامی نظامِ قضاء میں رحم و کرم کے اصول

جیسا کہ بیان کیا جا چکا، ہر گناہ اور غلطی اور حد تک کی معافی توبہ اور دعا سے ہو سکتی ہے کیونکہ معافی کا حق صرف خدا کو ہے اور بندہ کسی گناہ کے بعد اگر وہ کسی کو معلوم نہیں ہوا ہے اور عدالت تک نہیں پہنچا ہے تو براہِ راست خدا سے توبہ کر سکتا ہے۔ لیکن گناہ اگر اتنی شہرت، ڈھٹائی اور عام طور پر ظاہر کر کے کیا گیا ہے کہ وہ ایک مقدمہ بن کر عدالت تک پہنچ گیا ہے تو اس صورت میں اسلامی شریعت کا اصول یہ ہے کہ وہ مجرم، مجنی علیہ (جو اس جرم سے متاثر ہوا) اور سوسائٹی، تینوں کے ساتھ نرمی، ہمدردی اور انصاف کا برتاؤ کرنا چاہتی ہے، اور ایسے کلّی اصول پیش کرتی ہے جن سے جرم کا انسداد ہو، اور جرم کے تصور ہی سے مجرم کے رونگٹے کھڑے ہوں اور سوسائٹی جرم سے باز رہے۔ قانونی طور پر جرائم کے سلسلے میں تین قانون اسلام نے پیش کیے ہیں۔ ایک قصاص کا قانون۔ دوسرا حدود کا۔ اور تیسرا تعزیرات کا۔ قتل کی صورت میں معافی کا حق حاکم یا عدالت کو نہیں بلکہ مقتول کے ولی الدم کو رہتا ہے، اور سزا کی تنفیذ کا حق حاکم کو، تاکہ اس طرح دلوں میں نفرت، غصہ اور کینے کے بجائے محبت کی فضا دوبارہ قائم ہو جائے۔ اس طرح دیت دی جا سکتی ہے اور ولی الدم کو خون بہا لینے کا پورا پورا حق شریعت نے دیا ہے۔ تعزیرات وہ جرم ہیں جن کی سزا شریعت میں منصوص (واضح طور پر محدد اور معلوم) نہیں ہے۔ تعزیرات کی دو قسمیں ہیں: اللہ کا حق اور بندوں کا حق۔ اللہ کا حق یہ ہے کہ سوسائٹی میں گناہ اور منکر کو دیکھ کر اس سے باز رکھنے کی کوشش ہر شخص کرے، لیکن قانونی طور پر اضطراب و قلق اور انتظامی خلل کے خطرے

سے تعزیر امام یا عدالت ہی کو نافذ کرنی چاہیے۔ حق الٰہی جیسے نماز کو ترک کرنا اور شرعی اوامر کو ادا نہ کرنا یا گناہ کرنا وغیرہ ان میں "تعزیر امام پر واجب ہے۔ کیونکہ برے افعال پر تادیب اگر نہ کی جائے تو اس سے زیادہ فحش اور قبیح کام کرنے کی ہمت اور عادت ہو جائے گی۔ سرخسی کا قول ہے کہ "اس میں کوئی چیز مقدر (مقرر) نہیں ہے، بلکہ قاضی کی رائے اور مجرم کی نوعیت جرم اور جرم سے باز رہنے اور رک جانے کی صلاحیت دیکھ کر وہ جو چاہے سزا دے سکتا ہے" (فتح القدیر ۴-۲۱۲)۔ تعزیر کی شکلیں اور حدیں فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ بندوں کا حق یہ ہے کہ کسی شخص پر کوئی الزام یا تہمت لگائی جائے تہمت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک کسی ایسی چیز کی تہمت جس پر شرعی حد مقرر ہے، خصوصیت کے ساتھ زنا کی تہمت۔ اس کو قذف کہتے ہیں اور شریعت میں اس کی حد مقرر ہے۔ دوسری وہ تہمت جس میں حرام کام کا الزام نہیں لگایا جاتا بلکہ شخصیت مجروح ہوتی ہے، گالی گلوچ، تکلیف پہنچانا، کسی پر خیانت کا الزام یا اس قبیل کی دوسری حق تلفیاں۔ اس تعزیر کا حق بھی امام یا اس کے نائب، عدالت کو ہے۔ لیکن معاف کرنے کا حق عدالت کو نہیں، اُسی کو ہے جس پر تہمت لگائی گئی یا زیادتی کی گئی۔ حدود وہ جرم ہیں جن کی سزائیں کتاب و سنت میں واضح اور محدود مقرر ہیں۔ ثبوت قطعی کے بعد ان میں معافی کا حق نہ حاکم کو ہے نہ عدالت کو اور نہ مجنی علیہ کو۔ اور یہ بات عقلی طور پر بھی صحیح ہے کیونکہ معافی کی صورت میں دوسرے غیر مجرموں کو جرم کی رغبت ہوتی ہے اور جرم کرنے کے بعد جرم کی سزا سے چھوٹ جانے کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ صرف حدِ حرابہ کے سلسلے میں نص قرآنی کی رو سے اس پر اتفاق ہے کہ حاکم ان کو معاف کر سکتا ہے۔ اور شریعت کی مصلحت اس میں یہ ہے کہ کسی منظم اور مسلح فسادی گروہ پر معافی اور توبہ کا دروازہ کھول کر مزید ظلم و ستم سے اس کو اور عوام کو بچانا مقصود ہے۔ اگر ان کی معافی نہ ہو تو پھر وہ آخر دم تک ہتھیار نہیں ڈالیں گے اور اس طرح فساد کا طوفان مچاتے رہیں گے اور عوام، پولیس اور ان کی جانیں اس ہنگامے اور ضد میں مزید تلف ہوں گی۔ حرابہ کے علاوہ دوسری حدود حاکم یا عدالت معاف نہیں کر سکتی۔ لیکن کیا یہ حدود توبہ سے ساقط ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ اس کی تحقیقی تفصیل ان شاء اللہ ایک تفصیلی مقالے میں پیش کروں گا۔

مجرم کے ساتھ ترحم کا برتاؤ شریعت اسلامیہ اس طرح کرتی ہے کہ اگر عدالت کے پاس مقدمہ آنے سے پہلے ہی معاملہ رفع دفع ہو جائے تو بات ختم ہو جاتی ہے۔ عام انسانوں کو چشم پوشی اور معافی کی ترغیب دی گئی ہے۔ گواہی کی شرطیں بہت سخت ہیں۔ مجرم کو کسی بھی قانونی یا فطری چھوٹ سے فائدہ اٹھانے کا

پورا حق ہے۔ حد کو شبہ سے بھی ختم کیا جا سکتا ہے اور اس کی جگہ تعزیر ہو سکتی ہے، یعنی اگر ۹۹ چیزیں مجرم کے خلاف ہیں اور ایک چیز میں شک یا اشتباہ ہے تو حد ختم ہو سکتی ہے۔ اور دوسری ایسی تفصیلی اشیاء فقہ اسلامی میں موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت نے مجرم کے ساتھ کس قدر نرمی اور احتیاط برتی ہے اور حدود کا قیام کتنا مشکل اور نادر الوقوع ہے۔

مجنی علیہ کے ساتھ رحم و کرم یہ ہے کہ اس کو قانونی طور پر اپنے حقوق طلب کرنے کا پورا پورا حق موجود ہے تاکہ وہ مظلومیت کا نہ شکار ہو اور نہ اسے اس کا احساس ہو کہ اس کی کوئی داد فریاد نہیں ہے۔ اور سوسائٹی کے ساتھ منصفانہ اور رحیمانہ برتاؤ یہ ہے کہ حدود کے قیام سے قبل ہی صرف ان کا اعلان، قانون اسلامی میں اس بات کی ضمانت ہے کہ سوسائٹی میں عامۃ الناس اُن قبائح کے ارتکاب سے باز رہیں گے جن پر حدود نافذ ہوں گی، اور پھر اس جرم کے ظاہر ہونے اور عدالت میں ثابت ہونے کے بعد کسی ایک شخص یا چند افراد پر حد کا قیام اور شرعی سزا کا اجرا پوری سوسائٹی کے لیے عبرت اور سبق آموزی کا ایسا لازوال درس ہو گا جو سینکڑوں قوانین، جیلیں اور دوسری تعزیرات نہیں پیدا کر سکتیں۔ اسلام صاف اور نظیف سوسائٹی پیدا کرنا چاہتا ہے، اور تجربہ ثابت کرتا ہے کہ جب اور جہاں اسلامی حدود اور قوانین نافذ ہوتے ہیں جرموں کی تعداد حیرت انگیز طریقے پر کم ہو گئی ہے، اور جہاں ایسا نہیں ہے وہاں بہشتِ دنیا جہنم زار بن گئی ہے۔

اسلامی حدود پر بربریت کا الزام اور اس کا جواب

اول تو اسلامی قانون کا نام ہی سن کر آزاد خیال بلکہ یوں کہیے کہ مغربی افکار کے غلام اور مشرقی اوہام کے شکار چراغ پا ہو جاتے ہیں، لیکن اسلامی حدود کا نام سن کر تو پریشانی اور حیرانی میں وہ ہسٹیریا کے مریض معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے باوجود وہ اسلام ہی کو ایک بیمار دین ثابت کرنے لگتے ہیں، لیکن اسلوب اور لہجہ ایسا اختیار کرتے ہیں جس سے بظاہر واقعی ہمدردی اور حسن نیت ظاہر ہو، اور بین الاقوامی ضمیر اور مسلمانوں کی رسوائی اور اس نظام میں وحشیت اور بربریت وغیرہ کی دُہائیاں دینے لگتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ وحشیت اور لاقانونیت ہوتی تو اقوام متحدہ میں سعودی عرب کو رکنیت و شمولیت نہ ملتی، اور امریکن جرائم سے عاجز آئے ہوئے اجتماعیات کے ماہر اور اسپیشلسٹ، جرائم کے انسداد کے لیے سعودی عرب کی مثال استحسان اور خوبی کے لہجے میں بار بار پیش نہ کرتے۔ یہ "ہمدرد" یہ بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اس طرح سوسائٹی میں ہر طرف لنجے اور لنگڑے نظر آئیں گے۔ حالانکہ اگر بفرض محال ایسا ہو بھی تو وہ اس سے تو بہتر ہے کہ سوسائٹی میں ہر طرف سا ہو کار کے

بھیس میں چور، رشوت خور، قانون شکن، اور اخلاق باختگی کے دلدادے، ظلم و ستم میں درندے، اور مکر و فریب پر فریفتہ لوگ نظر آئیں۔ حالانکہ بات ایسی نہیں ہے، اس سلسلے میں ہم اختصار کے ساتھ وہی جواب دے سکتے ہیں جو اسلامی تربیت اور حدود کی حکمت کے سلسلے میں اوپر لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کے لیے جو چوری، ڈاکہ، حرام خوری، حرام کاری، شراب نوشی، بلیک، ذخیرہ اندوزی، سود خواری اور ان جیسی رذیلتوں اور غیر اخلاقی حرکات کے خلاف پابندی کو برداشت نہیں کر سکتے اور اسلامی حدود پر اعتراض کرتے ہیں آپ دو جواب اور بھی دے سکتے ہیں۔ ایک عقلی اور ایجابی پہلو رکھتا ہے اور دوسرا واقعاتی اور سلبی پہلو۔ یہ دونوں جواب دوبارہ لکھنے کے بجائے راقم اپنی ایک مطبوعہ کتاب سے پیش کرتا ہے[۱]: "اس سلسلے میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ مثال کے طور پر چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ چوری کی وجہ سے اکثر گھرانوں کا سکون مٹ جاتا ہے، برسوں کی پونجی لٹ جاتی ہے اور نوبت چور کی طرف سے قتل تک کی آجاتی ہے اور سوسائٹی سے چوری ختم نہیں ہوتی۔ اس کے برخلاف جب اسلامی حدود نافذ تھیں شاذ و نادر ہی چوری ہوتی تھی۔ اور آج بھی دنیا میں سب سے کم چوری کی شرح سعودی عرب میں ہے۔ حیرت نہیں تو اور کیا ہے کہ وحشی، لٹیری اور چوری کی عادی قوم ـــ آج سے پچاس سال قبل کے احوال جاننے والے اس حقیقت سے باخبر ہیں ـــ کس طرح ایماندار اور چوری سے باز رہنے والی بن گئی۔ کوئی صاحب یہ توجیہ نہ کریں کہ مال و زر کے انبار انہیں مل گئے، کیونکہ امریکہ یقیناً سعودی عرب سے زیادہ مالدار، زیادہ تعلیم یافتہ اور عصر حاضر کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک ہے۔ وہاں چوری اور سنگین جرائم کی شرح سب سے زیادہ ہے اور اس کے حساب کے لیے اب منٹ تک ناکافی ہو کر نوبت سیکنڈوں تک آگئی ہے۔ اس کے مقابلے میں شاہ عبدالعزیز ابن سعود کی پوری مدت حکومت چوبیس سال میں صرف سولہ چوری کی وارداتیں ہوئیں، جب کہ عبدالعزیز کا شروع زمانہ فقر و مصائب اور مشاکل کا زمانہ تھا۔ یہ بجائے خود اس اعتراض کا جواب ہے کہ اگر اسلامی قانون نافذ کر دیا جائے تو ہر طرف لُنجے ہی لُنجے نظر آئیں گے۔ حالانکہ یہ اعتراض بالکل قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ اس طرح تو پھر ہر اچھی چیز کو چھوڑنا پڑے گا، موٹروں کو ایکسیڈنٹ کے خطرے اور سوسائٹی میں اپاہج پیدا کرنے کے الزام میں چھوڑنا پڑے گا۔ ہوائی جہاز، فیکٹریاں اور تعمیر و ترقی کے سارے پلان بند کرنے پڑیں گے کیونکہ عام فائدہ کی ہر چیز میں کسی نہ کسی فرد کے لیے کوئی نقصان نکل ہی سکتا ہے۔ اس سلسلے کی آخری بات رہ گئی، وہ یہ کہ عصر حاضر کے "ترقی پسند"، "آزاد" اور "مہذب ذہن" اور

[۱] "تخلیق انسانی کا مقصد دین و شریعت کا قیام"

"زندہ ضمیر" اس سے جو حدود کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے ہم اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو اس پر راضی کرنے کی کوشش کرے کہ قاتل کو قتل کیا جائے، چور کا ہاتھ کاٹا جائے، اور اسلامی قصاص و حدود کو قبول کرے جس طرح عالمی ضمیر نے ویٹ نام میں ہلاکت کا سامان بہم پہنچایا ہے، اور سرخ انقلاب میں پانچ ملین انسانوں کو آزادی اور مساوات کے نام پر خاک و خون میں تڑپایا، اسلامی خلافت کے سارے مشرقی و مغربی علاقوں پہ ظلم و ستم کی دردناک کہانیاں پیش کیں، پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کی اجازت دی، چوری کی سزا قتل تک تجویز کی، سامراجی زمانہ میں پھانسی کے تختے لگائے، انسان کی چربی سے صابون بنائے گئے، انسانی کھال جوتوں میں استعمال کی گئی، آتشیں بموں نے شہروں کو ویران اور جسموں کو خاکستر بنایا، اور پستول کی گولیاں چوروں، ڈاکوؤں اور بعض اوقات قانون اور امن کے محافظوں کے ذریعے ہر پُرامن شہری کے سینے کو داغدار کرنے کا ارمان رکھتی ہیں، اور آبرو باختگی اور جنسی انارکی کے مریض ہر عفت مآب گھرانے کا سکونِ دل لوٹنے کے لیے بیقرار نظر آتے ہیں۔ ایسے "پاکباز"، "طاہر و لطیف" اور "بیدار" مغربی و مشرقی، مسیحی یا ملحد عالمی ضمیر پر ذرا سی کوشش بھی اگر کی جائے تو شاید مجرم کو شرعی طور پہ سزا دینے پر وہ راضی ہو ہی جائے، اور اسلام کی منظم اور محتاط طریقوں پر نافذ کی جانے والی حدود اسے اپنے غیر قانونی کردار اور جنگل کے دستور کے مقابلے میں زیادہ منصفانہ، ہلکی اور موثر نظر آئیں۔

تصحیح اغلاط

نفہیم القرآن میں حسب ذیل مقامات کی اصلاح کر لی جائے

	صفحہ		سطر	غلط	صحیح
جلد سوم	۷۷		۳	بَحُوِلَ	حَوِلَ
	۹۸		۱	وَلَا يَنْسٰى	وَلَا يَنْسَى
	۱۰۸		۴	وَمَاهَذٰى	وَمَاهَدٰى ۞
	۳۶۸		۱۱-۱۲	جنگ بدر جیسے خطرناک معرکے	بڑے بڑے خطرناک معرکوں
جلد ششم	۱۵۵		۱۴	الدخان ۸۶	الزخرف ۸۶
	۴۸۱		۴	لِلْمُصَلِّيْنَ	لِّلْمُصَلِّيْنَ
	۵۸۴		۱۱	ثابت شدیدہ	ثابت شدہ